نظرات

بالآخر وہ منحوس گھڑی آہی گئی جس کا خوف و دہشت کے ملے جلے اثرات کے ساتھ نہ چاہتے ہوئے بھی انتظار تھا۔ کویت پر عراقی قبضہ کا بہانہ بنا کر امریکہ کی قیادت میں مغربی اور بعض عرب و ایشیاء کے ممالک کی مشترکہ فوجوں نے عراق پر حملہ کر دیا۔ ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس لگاتار حملہ کو دوسرا ہفتہ ہو چکا ہے۔ دونوں طرف سے زبردست ہوائی ذرائع سے بھیانک بمباری ہو رہی ہے۔ امریکہ اور اس کے ساتھی ملکوں نے پہلے ہی جو حملہ کیا تھا وہ اس قدر زبردست تھا کہ دنیا والے اسے سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔ ڈھائی ہزار ہوائی جہازوں کی اڑانوں سے تقریباً ۱۸ ہزار ٹن گولہ بارود سے بھرے بم عراق کے فوجی ٹھکانوں کو تہس نہس کرنے کے لیے پھینکے گئے۔ اب تک ایک معتبر اخباری رپورٹ کے مطابق ۱۲ ہزار ہوائی حملے عراق پر ہو چکے ہیں۔ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ اس نے ہوائی حملوں کے ذریعہ عراق کی ہوائی طاقت کو کچل ڈالا ہے۔ لیکن اس کے بعد جب عراق کی طرف سے جوابی حملے کیے گئے اور سعودی عرب و اسرائیل کے علاقوں میں عراقی میزائلوں نے قہر ڈھایا تو امریکہ کے اس دعویٰ کا کھوکھلا پن سامنے آگیا۔ اور دنیا کے لوگ یہ دیکھ کر دنگ ہی رہ گئے کہ جس امریکہ کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے اور سودیت روس

بدحالی وخستہ وکمزوری کے سامنے آنے کے بعد اس خیال میں زیادہ وزن پیدا ہوگیا تھا کہ امریکہ کے آگے اب کوئی دوسرا ملک نہیں ٹھہر سکے گا۔ عراق ابھی تک امریکہ اور اس کی ساتھی فوجوں کے آگے ڈٹا ہوا ہے۔ اور پوری جانفشانی کے ساتھ مقابلہ کررہا ہے۔ اس نے جدید ساز وسامان سے لیس امریکی و برطانوی ہوائی جہازوں کے کئی پائلٹوں کو زندہ گرفتار کرکے ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ انہیں دنیا کے سامنے پیش بھی کردیا ہے۔ عراق نے امریکہ کے ان دعوؤں کی بھی دھجیاں ہوا میں بکھیردی ہیں کہ اس نے عراق کی ۹۰ فیصدی ہوائی طاقت ہی کو ختم کردیا ہے۔ اسرائیل پر جب عراق کی مزائلیں گریں تو امریکہ کا جھوٹ سامنے آگیا۔ امریکہ کے اسرائیل کو دیے گئے تمام دفاعی ساز وسامان کی موجودگی میں اسرائیل پر عراق کے کامیاب حملوں نے امریکہ کا جو بھرم تھا اس نے ختم کردیا ہے اور اب امریکہ کے بارے میں عوام الناس کی رائے ہے کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

۲ر اگست ۱۹۹۰ء کو عراق نے کویت پر یہ الزام لگاکر کہ وہ اس کی سرحدوں کے کنوؤں سے تیل چوری کررہا ہے، قبضہ کرلیا۔ اس پر تمام دنیا میں عراق کے خلاف داویلا مچنا شروع ہوگیا۔ سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں عراق کی اس کاروائی کی مذمت کی گئی۔ اس کے بعد لگاتار عراق پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ کسی طرح کویت خالی کردے اس کی ناکہ بندی بھی کردی گئی۔ تمام ملکوں نے ایک زبان ہوکر عراق کا اقتصادی بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ بھی کیا مگر عراق

اس کے باوجود کویت پر اپنے قبضہ کو ہٹانے کے لیے ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ اس نے ان سب باتوں کے جواب میں ۸ راگست ۱۹۹۰ء کو کویت کو عراق کا ایک صوبہ بنانے کا اعلان کردیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عراق کا کویت پر قبضہ کو فلسطین کے مسئلہ سے بھی منسلک کردیا۔ کویت پر اس طرح عراق کے غاصبانہ قبضہ سے تمام دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ اور عراق جب بھاری دباؤ میں آگیا تو اس نے کہا کہ اگر اسرائیل عربوں سے چھینے گئے علاقے خالی کردے اور مسئلہ فلسطین حل کردیا جائے تو وہ بھی کویت خالی کرنے میں پس و پیش نہیں کرے گا لیکن اس کا مغربی اقوام پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ صرف یہی کہتی رہیں کہ عراق کویت خالی کرے، بلا شرط۔

خلیجی جنگ کی موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر اگر ہم عقل و دانش اور سمجھ کے دروازے بند کرکے صرف جذبات ہی کے سہارے اظہارِ خیال کریں تو ہم بلا مبالغہ یہ کہیں گے کہ عراق کے صدر صدام حسین نے جو کام کیا ہے وہ عالم اسلام کی خواہشات کے عین مطابق ہے۔ صدام حسین مردِ آہن ہیں، مردِ مومن ہیں، انہوں نے امریکہ اور اس کی حلیف طاقتوں سے لڑائی مول لے کر ایک سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اپنی بات پر اڑے رہ کر ایک مومن مسلمان ہونے کا حق انھوں نے منوالیا ہے۔ جو کام سارے عرب ممالک مل کر نہ کرسکے وہ انھوں نے اپنے اکیلے بل بوتے پر کر دکھایا ہے۔ عرب ممالک ایک اسرائیل کو نیست و نابود کرنے کی بجائے اس سے ہمیشہ پٹتے ہی رہے ہیں اور عراق کے صدر صدام حسین نے مغربی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اس کی ناجائز اولاد اسرائیل کو سبق سکھانے کے لیے میدانِ عمل

میں کود پڑنے کا عزم مصمم کر ڈالا مسلم دنیا کو سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرح کا ایک جاں باز مردِ مجاہد صدام حسین کی صورت میں مل گیا

____ لیکن سنجیدگی اور عقل و دانش کے میدان میں جب کوئی بیٹھا ہوگا تو ایسے مسئلہ کے ہر پہلو پر باریکی سے غور و خوض کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا اور پھر اسے خالی جذبات ہی کی ڈوری کو پکڑ کے کسی مسئلہ پر اظہارِ خیال کرنا غیر مناسب بات معلوم دے گی۔ جذبات کے ساتھ ہوش اور عقل و دانش کی بھی بات سوچنی ہوگی اور عقل و ہوش و سمجھ کی رسّی کو پکڑے رکھ کر اظہار خیال کرنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ جب عقل و ہوش کے آئینے میں سوچتے ہیں تو ہمیں خلیجی جنگ اور عراق کے صدر صدام حسین کے بارے میں ہمارے دماغ میں ہزاروں دوسرے خیالات کی پرورش کے ساتھ ایک یہ بھی خیال پرورش پانے لگتا ہے کہ کہیں مغربی طاقتوں کے کھیل میں عراق کے صدر صدام حسین ہی تو خود کوئی رول ادا کرنے کے باعث تو نہیں بن رہے ہیں۔ اس خیال کی مضبوطی کے لیے ہی ہمارے پاس ڈھیر سارے ماضی کے واقعات کے پلندے بکھرے پڑے ہیں۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں فلسطینی مسلمانوں سے زمینیں چھین کر مسلم عربوں کے درمیان یہودیوں کے لیے اسرائیل نام کا ملک قائم کرنے میں برطانیہ، امریکہ و فرانس اور سوویت روس پیش پیش تھے۔ ان سب کے پیش نظر اسلام کے پھیلاؤ کو روکنا ان ملکوں کے تیل کے ذخائر اپنے قبضہ و تحویل میں رکھنا اور اسلامی طاقت پر ضرب کاری لگانا اصل مقصد تھا۔ سنہ ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء، سنہ ۱۹۶۷ء، سنہ ۱۹۷۳ء کی چاروں جنگوں سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مغربی ملکوں کے ساتھ سوویت روس کا بھی نظریہ اسرائیل کے ذریعہ

اسلامی دولت و طاقت کو محدود بلکہ صاف لفظوں میں عضو معطل کر کے رکھ دیتا ہے ۱۹۷۳ء کی عرب و اسرائیل جنگ کے بعد مصر، شام، سعودی عرب سمیت سارے چھوٹے بڑے عرب ممالک نے امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ مصر نے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کر کے سنائی کا اپنا علاقہ اسرائیل سے واپس لے لیا۔ اب کوئی عرب ملک اسرائیل کے لیے چیلنج نہ رہا تھا ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اسرائیل کے خلاف کمر کس کر میدان میں دکھائی دینے والا آیت اللہ خمینی کی رہنمائی میں ایران اُبھرا اور اس نے مغربی طاقتوں کو للکارا۔ اسلامی انقلاب کا زور و شور سے نعرہ بلند کر کے اسرائیل کے وجود کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ لیکن زیادہ وقت گذرا نہیں کہ ہم نے دیکھا کہ امریکہ کی شہہ پر عراق نے ایران سے لڑائی مول لے لی۔ آٹھ سال سے بھی زیادہ عرصہ تک عراق و ایران آپس میں نبرد آزما رہے اور اس طرح دونوں ہی کی طاقت آپس کی لڑائی میں برباد ہو کر رہی۔ اسرائیل اس درمیان میں اپنے کو محفوظ سمجھتے ہوئے آرام و چین کی نیند سوتا رہا۔ لیکن تب ہی موقع غنیمت جان کر اسرائیل نے عراق کی پیٹھ میں ایک خنجر گھونپ دیا۔ عراق کا ایٹمی ری ایکٹر اس نے پل بھر میں برق رفتاری کے ساتھ تباہ کر دیا۔ ایران کو عراق نے تباہ کیا اور عراق کی جو طاقت تھی اسے اسرائیل نے تباہ کر دیا۔ یہ امریکی چال و سازش کا ایک حصّہ ہے۔ اسے کسی بھی مسلم طاقت کو کسی بھی طرح پنپنے دیکھنا گوارہ نہیں ہے مغربی مغربی طاقتوں کے لیے عیسائیت کے لیے اسلامی سرزمین کی بیخ کنی ضروری تھی۔ کیونکہ اسلامی ممالک کے پاس تیل کی دولت کی ریل پیل تھی۔ ان ملکوں میں بھی اس دولت نے اپنا کمال رکھانا شروع کر دیا تھا۔ جہاں مذہب کو نکال کر باہر پھینک دیا گیا تھا سوویت روس اور چین جیسے ملکوں میں مساجد کی

بحالی اور اسلامی تبلیغ و نشر و اشاعت کے مراکز کے قیام ہماری اس بات کی تصدیق کرتے ہیں مغربی طاقتوں (جن کا مذہب عیسائیت ہے) کے لیے یہ چیز کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے۔ ان کی چال شاید یہ ہو کہ عراق اپنی کسی نادانی یا غلطی کی وجہ سے اپنی رہی سہی طاقت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کے ساتھ عالم اسلام میں اتحاد و اتفاق کا شیرازہ بکھر جائے اور یہ اسلامی ممالک آپس میں لڑ بھڑ کر اپنے کو تباہ کر لیں۔ (ایران و عراق کی آپسی جنگ ان کے لیے مثال ہے) اور پھر برسوں اپنی تباہی و بربادی ہی کو درست کرنے میں لگے رہیں۔ اسلامی نشر و اشاعت و تبلیغ وغیرہ کے کاموں کے کرنے کی طرف انھیں اپنی بربادی کے آگے وقت ہی نہ مل سکے اور نہ ہی ذرائع و اسباب ہی میسر ہوں اور اس درمیان میں دنیا میں عیسائیت کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع مہیا ہو جائے اور اسلام رفتہ رفتہ قصۂ پارینہ بن جائے۔

اگر یہ بات درست نہیں ہے کہ عراق اور اس کے صدر صدام حسین مغربی طاقتوں کی کسی درپردہ سازش کا کوئی کھیل تو نہیں کھیل رہے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ یہ بات درست ہی نہ ہو تب بھی ہم اتنا ضرور کہنے کی جسارت کریں گے کہ عراق نے کویت پر قبضہ کر کے کوئی اچھی بات نہیں کی ہے۔ اور اگر اس نے عراق کی توسیع پسندی کے خیال سے قبضہ کر ہی لیا تھا تو مغربی طاقتوں کے تیور دیکھ کر اسے اپنی کسی دوسری شرط کو منوا کر آسانی اور باعزت طریقہ سے کویت خالی کر دینا چاہیئے تھا اور پھر مغربی طاقتوں کی ناانصافی و بے ایمانی کا جواب دینے اور ناجائز اور غصب کیے ہوئے عربوں کے علاقے اور فلسطینیوں کو ان کا جائز حق دلانے کے لیے اسرائیل

پر حملہ کرنا چاہئے تھا۔ اس سے تمام مسلم ممالک اس کے ساتھ ہوتے اور وہ دنیا میں الگ تھلگ ہو کر رہ جاتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی طاقت اس کے اپنے بھائیوں جیسے سعودی عربیہ، ترکی یا مصر و شام وغیرہ پر حملے کرنے کی صورت میں صرف ہونے سے بچ جاتی۔ دیگر سعودی عرب کو اپنی سرزمین پر امریکہ، برطانیہ، فرانس کی فوجیں بلانے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کوئی مجبوری۔ اور کم از کم کوئی مسلم طاقت کسی دوسری مسلم طاقت پر حملہ آور ہونے کا باعث تو نہ ہوتی —— آج خلیجی جنگ کی خبروں میں جب ہمیں یہ خبر پڑھنے کو ملتی ہے کہ عراق نے سعودی عربیہ کے شہروں ریاض و ظہران پر زبردست و کامیاب میزائلی حملہ کیا تو ہمارا دل کانپ اٹھتا ہے اور دماغ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ یہ موقع خوشی کا ہے یا ماتم کا۔ دونوں صورتیں ہمارے سامنے ہیں۔ اور دونوں ہی میں ہم مسلمانوں کے لیے شرم و ندامت سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

کیا کوئی بھی مسلمان سعودی عرب پر حملہ برداشت کر سکتا ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک سرزمین اور اس پر رہنے والوں کو برا کہنے والا بھی گنہگار ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سعودی عربیہ کی حفاظت و بقا فرما اور اس کے بادشاہ شاہ فہد کو ہمت و استقلال عطا کرے ان کی مدد فرما اُن کو اس بلائے ناگہانی سے نجات دلا اور وہاں کے باشندوں کو مغربی طاقتوں کے فتنہ و شر سے بہرحال محفوظ فرما۔ اور جن طاقتوں کا سعودی عربیہ پر ناجائز نظر و عزم ہے انھیں ناکام و نامراد فرما۔ آمین ——!

یہ افسوس کا مقام ہے کہ برطانیہ و امریکہ کی چالیں و سازشیں مسلم ممالک

کے اتحاد کو منتشر کرنے میں کامیاب ہوتی رہی ہیں۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے عراق، فلسطین، سعودی عرب، شام، جارڈن، لبنان اور یمن ترکی کی سلطنت عثمانیہ کے صوبے تھے۔ ۷۵ رسال پہلے یہ سارے عرب ملک ایک تھے۔ پہلی عظیم میں ترکی کی شکست اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد برطانیہ و فرانس نے ان کو اپنے ماتحت لے لیا۔ مسلم حکمراں ہی کے ذریعہ خلافت کا خاتمہ ہوا۔

مغربی طاقتیں اپنی اس حکمت عملی میں کامیاب ہی ہیں کہ مسلمانوں کا شیرازہ خود مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے بکھر جائے۔ آج جو یہودی اسرائیل نام کا ملک دنیا کے نقشے میں دکھائی دے رہا ہے وہ ان کی اسی حکمت عملی کے نتیجہ کے تحت وجود میں آیا ہے۔ ہمارے لیے افسوس کا مقام ہے کہ ہماری کمزوری کا فائدہ ان اسلام دشمن طاقتیں پوری ملت اسلامیہ کی بربادی سے اٹھانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایمانداری اور اصول پسندی کا سبق کوئی مغربی ممالک سے سیکھے انھیں تازہ خلیجی جنگ کے بعد اپنے اس خیال کو دماغ سے نکال دینا ہوگا۔ کوئی اندھیرے میں بے ایمانی یا چوری چھپے غلط کام کرتا ہے مگر کھلم کھلا اور دن کے اجالے میں اس ڈھٹائی اور بے ایمانی کی مثال شاید ہی کہیں دوسری جگہ مشرقی ملک میں دکھائی دے۔

برطانیہ کے وزیر اعظم بالفور نے ہٹلر کے ذریعہ یہودیوں کے قتل عام کے بعد ان کے لیے ایک الگ ملک بنانے کا اعلان کیا تھا۔ ارادہ یہ ظاہر کیا کہ فلسطین کا بٹوارہ کیا جائے گا۔ حالانکہ یہودیوں کی ہمدردی میں انگریز لوگ

اتنے بیشی بیشی تھے تو اپنے ملک کا علاقہ دے کر ان کے لیے صحیح ہمدردی اور قربانی کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن انھوں نے یہودیوں کی ہمدردی سے کیا لینا دینا تھا: ان کا تو مقصد عربوں کی کمر توڑنا تھا اسلام کو زک پہنچانی تھی، برطانیہ نے بڑی چالاکی و مکاری کے ساتھ اسرائیل نام کا ملک فلسطینیوں سے چھین کر قائم کر دیا۔ فلسطینی دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر آج تک مجبور ہیں۔ برطانیہ اور اس کی ہمنوا طاقتوں کی یہ بے انصافی و بے ایمانی آج تک قائم ہے اور اس پر کسی نے دھیان دینے کی ضرورت تک نہ محسوس کی۔

فلسطینیوں کے ان کے جائز حق سے محروم رکھنے کے لیے ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم اسرائیل کے ذریعہ ان مغربی طاقتوں نے روا رکھے ہوئے ہیں۔ اسرائیل کو ہر طرح کے سازوسامان و ایٹمی بم تک سے لیس کر کے طاقت ور بنا دیا گیا اس لیے کہ مظلوم فلسطینی اگر اپنا جائز حق مانگیں تو انھیں اس طاقت سے کچل دیا جائے۔ لیکن اگر عراق کویت کو اپنا ایک صوبہ سمجھ کر کہہ کر اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تو تمام مغربی طاقتوں کا ایمان و انصاف اُبل اُبل کر چیخنے چلانے لگتا ہے کہ عراق نے یہ بہت بڑا جرم کیا ہے۔ اسے مار ڈالو ختم کر دو۔ لیکن جب عراق یہ کہتا ہے کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ۱۹۶۷ء سے اسرائیل جو عربوں کا علاقہ غصب اور فلسطینیوں کو ان کے جائز حق اور ملک سے محروم کیے بیٹھا ہے اسے بھی تو دیکھو تو کسی بھی مغربی ملک کے پاس ایمان و انصاف نام کی چیز ہوتی دکھائی نہیں دیتی ہے۔ عراق کے خلاف تو امریکہ و برطانیہ، فرانس دیجاپان سے ۔۔۔ لے کر سودیت روس تک میدان عمل میں انتہائی سرعت کے ساتھ　　　کو دپڑے اور ان کے ساتھ انصاف اور سب کو مساوی حق دلانے کا راگ الاپنے والی سیکورٹی کونسل بھی آناً فاناً

حرکت میں آگئی لیکن فلسطینی یا مظلوم عربوں کے حقوق کے لیے کسی انصاف کی ذرا سی بھی کوئی جنبش بھی نہیں دکھائی دی۔ کیا بیسویں صدی میں انصاف ایمان، قانون کے معنی اس طرح کے رہ گئے ہیں۔؟

خلیجی جنگ میں عراق کے صحیح یا غلط ہونے کا کوئی بھی صحیح خیال قائم کرنا کسی انسانی سوچ کے بس سے باہر ہے۔ امریکہ کے صدر جارج بش اس وقت امریکہ کی جاسوسی جماعت سی آئی اے کے ڈائریکٹر رہ چکے ہیں۔ سی آئی اے کی گرفت ہر ملک پر کیسی ہے اور ان کو امریکی خیال کے موافق کرنے میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور اس جنگ میں سی آئی اے کے ہاتھ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کہنا مشکل ہے۔ لیکن ہم اس خلیجی جنگ میں قدرت کی طاقت کا جو نظارہ دیکھ رہے ہیں وہ اس بھرپور مادی ساز و سامان کی دنیا میں چونکا دینے والا ہے۔ عراق اکیلا ہے جو اس وقت ان تمام مغربی طاقتوں سے لڑ رہا ہے۔ مغربی طاقتوں امریکہ، برطانیہ، فرانس کے پاس جدید ٹکنالوجی کے تمام ہتھیار و وسائل موجود ہیں۔ اور وہ عراق کے خلاف ان کو ہر طرح پوری شدت کے ساتھ استعمال میں لا رہے ہیں مگر اس کے باوجود وہ کامیاب نہیں ہو پا رہے ہیں۔ ایک امریکی جنرل تھامس کیلی نے کہا ہے کہ عراق میں موسم کی خرابی کی وجہ سے بادل چھائے ہوئے تھے جس سے صاف صاف نوٹ لینا ممکن نہ ہو سکا۔ جس بھرپور طاقت کے ساتھ عراق پر ان مغربی طاقتوں نے یلغار کی ہے اس کا تقاضہ تھا کہ عراق پہلے ہی دن مٹی کا ڈھیر ہو جاتا اور وہ ان طاقتوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا۔ لیکن یہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور عراق آج کے ۹ ویں روز بھی بفضلِ تعالیٰ صحیح و سلامت ہے اور ان طاقتوں

کے ہر حملہ کا منہ توڑ و کامیاب جواب دے رہا ہے۔ وہ چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی اہمیت برقرار، عزم جواں، حوصلہ بلند ہے۔ مگر ہم مسلمانوں کے لیے اس میں حیرت و استعجاب کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا ایمان و یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ علیٰ کُلِّ شَیٔ قدیر۔ اللہ کے سامنے دنیاوی طاقت کیا معنی رکھتی ہے۔ نظام قدرت کے آگے دنیاوی نظام کی بساط ہی کیا ہے، اس کی طاقت کے آگے سب ہی بے بس ہیں۔ اگر امریکن حقائق و ایمان کی زبان سمجھتے ہوتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہ سمجھتے تو وہ اسے موسم کی خرابی نہ کہہ کر عراق جیسے چھوٹے و اکیلے ملک کے لیے اللہ کی غیبی مدد ہی سمجھتے۔ مگر دنیاوی ساز و سامان پر تکیہ کرنے والوں کی نظر خدائی طاقت کو کہاں دیکھ اور سمجھ پاتی ہے۔ خدا کی طاقت کے آگے عراق کا اکیلا ہونا یا مغربی طاقتوں کی کثیر تعداد و جدید ساز و سامان کی بھرپوری کیا بس چل سکتا ہے۔

اس خلیجی جنگ کا انجام کیا ہوگا یہ قدرت کو معلوم ہے لیکن ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ ہم اللہ رب العزت کی مدد ہمیشہ ہی مظلوم اور حق پرستوں کے ساتھ رہی ہے۔ بے ایمانی، ناانصافی کی عمر زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے اور بے ایمانی عروج پر پہنچ کر حق و باطل میں تمیز کرنے سے قاصر اور وہ اپنے غرور و تکبر میں بدمست ہو جاتی ہے تو پھر قرآنی آیت "قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقَاً" کی تفسیر حقانی انسانی دل و دماغ کے بند ہوتے کھول دیتی ہے۔